حُبّ ِرسول صلی اللہ علیہ وسلم یا عشقِ رسول ؟

تحریر: محمود مرزا جہلمی چیف ایڈیٹر ہفت روزہ ''صدائے مسلم''، جہلم

خالق کائنات نے آدمؑ تا خاتم ؐ کوئی ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرامؑ اپنے بندوں کی رہنمائی کیلئے مبعوث فرمائے۔ ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی۔ ﴿تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض ۰۰۰۰۰﴾ (البقرة: ۲۵۳)۔ اس عطائے فضیلت کا سبب اسی کو معلوم ہے۔ ہمارے نبی پاک حضرت محمد ﷺ کو انبیائے کرام سمیت اپنی جمیع مخلوقات پر فضیلت عطا فرمائی۔ انہیں شفاعتِ کبریٰ کا اعزاز بخشا۔ میدان حشر میں آدم علیہ السلام اور ان کی ساری اولاد کو آپؐ کے لوائے حمد تلے رکھنے کا اعلان کیا۔ دنیا میں آپؐ کی شریعت کو تمام شریعتوں کا ناسخ ٹھہرا کر اسے تا قیام قیامت ہدایت کا زندہ و تابندہ سراج منیر فرمایا۔ مقام محمود کا وعدہ فرما کر آپؐ کی عظمت پر خود گواہی دی۔ اسی پر بس نہیں کیا بلکہ فرمایا۔ (لایؤمن أحد کم حتی أکون أحب إلیه من والده و ولده والناس أجمعین) (صحیح بخاری) ترجمہ: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔''

پھر فرمایا: ﴿فلا و ربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ثم لایجدوا فی أنفسهم حرجاً مما قضیت ....﴾ (النساء: ۶۵) ترجمہ: ''تیرے رب کی قسم! تم ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک تم رسول اللہ ﷺ کو اپنے تنازعات میں حکم تسلیم نہ کرلو۔'' پھر ارشاد ہوا: ﴿قل إن کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله .....﴾ ترجمہ: ''اے رسولؐ فرما دیجئے! (اے لوگو) اگر تم خدا کی محبت کے دعویٰ دار ہو تو میری اتباع کرو۔ (پھر) اللہ تم سے محبت کرے گا۔'' رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: (من أحب سنتی فقد أحبنی) ترجمہ: ''جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔'' مزید آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میرے صحابہؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔''

میں نے اپنی بساط کے مطابق قرآن مجید اور حدیث شریف کا جس قدر مطالعہ کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حبِ نبی کو ایمان کی شرطِ اولین و آخریں ٹھہرایا ہے۔ اسی طرح یہ بھی اسی مطالعہ قرآن و حدیث کا حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید اور احادیثِ پیغمبر علی صاحبها الصلوۃ والسلام میں صرف اور صرف

کلمہ ''محبت'' آیا ہے اور ان معنی میں کہیں لفظِ ''عشق'' نہیں آیا ہے۔ ''عشقِ رسول'' کی اصطلاح جس کثرت سے مستعمل ہے اور مدعیانِ حبِ رسولؐ اسے جس فخر و مباہات کے ساتھ برتتے ہیں اور جس شان سے یہ تمغۂ اپنے سینے پر سجائے پھرتے ہیں۔ اس پر نظر کریں تو چاہئے تھا کہ لفظِ عشق کا استعمال کہیں نہ کہیں تو قرآن مجید کے بحرِ ذخار اور حدیث شریف کے دُرِ شہوار میں ہوتا۔ یہ لفظ جتنا کچھ حضور اقدسؐ کی ذات ستودہ صفات کیلئے پسندیدہ اور باعثِ افتخار سمجھا جاتا ہے۔ اگر اللہ باری تعالیٰ اپنے حق میں یا اپنے پیارے نبیؐ کے متعلق اسے اتنا ہی مناسب اور محترم خیال فرماتے تو اوپر دیئے گئے قرآن و حدیث کے حوالہ جات میں کہیں تو اس کا استعمال فرما دیتے مگر ... اللہ جل شانہ نے لفظِ عشق کو اپنے قرآن مجید فرقانِ حمید اور اپنے عظیم الشان پیغمبرؐ کے کلام وحی ترجمان کے شایانِ شان نہیں جانا اور اسے ان دونوں متبرک کلاموں سے خارج رکھا اور اس کی جگہ تواتر اور تسلسل کے ساتھ حب اور محبت کے کلمات استعمال فرمائے ہیں۔ ہمارے مسلمان بھائی اس پر غور فرمائیں اور عاشقانِ رسولؐ کی جگہ محبانِ نبیؐ ہونے کا لقب اپنائیں۔ میں نے اپنے استدلال کی بنیاد قرآن مجید و حدیث شریف پر رکھی ہے۔ اس لئے بینات کو چھوڑ کر دور کی کوڑی لانا اور متروکات و موضوعات میں سے جواز کیلئے کوئی سوکھا سہا حوالہ نکال لانے کی سعی تضیعِ اوقات ہے۔

علامہ اقبالؒ اور دیگر شعرائے عجم و ہند نے یہ اصطلاح اگر کہیں برتی ہے تو یہ شاعرانہ ترکیب ہے اور قرآن میں بالصراحت بیان کر دیا گیا ہے۔ ﴿وما علمنٰه الشعر و ما ینبغی له﴾ (یٰس:۶۹) ترجمہ: ''ہم نے اپنے نبیؐ کو علمِ شعر نہیں سکھایا اور نہ یہ علم آپؐ کی پیغمبرانہ شان کے لائق تھا۔'' یہ علم نبیؐ کی عظمت کے لائق نہیں ہے۔ کوئی بھی شاعر اسلام کا ترجمان تو ہوسکتا ہے مگر ... عقائدِ اسلام کا موجد نہیں ہوسکتا۔ یہ بحث ہمارا موضوع نہیں ہے اور نہ یہاں حسان بن ثابتؓ کی اس شاعری کا حوالہ دیا جاسکتا ہے، جس کے پشت پر حضور اقدسؐ کی تحسین و آفرین ہوتی تھی۔ حضور ﷺ کی نعت شریف جو غلو سے پاک ہو اور شرکیہ خیالات سے منزہ ہو وہ ایک الگ باب ہے۔ یہاں یہ خلطِ مبحث بھی نہیں ... ہوسکتا کہ ہم علامہ اقبالؒ کے علمی مرتبہ یا قومی خدمات پر انگلی دھرتے ہیں۔

عشق، عاشق اور معشوق کو مجازی اور حقیقی کے خانوں میں تقسیم کرنا بھی ایک رسم ہے۔ مے خانہ، مے کش، رند اور پیرِ مغاں کی تراکیب سراسر گمراہ کن ہیں۔ انہیں مجاز میں برت کر حقیقت مراد لینا وغیرہ سب شاعرانہ قلابازیاں ہیں۔ شراب ایک ہی ہوتی ہے اور وہ حرام ہے۔ عشق کا لفظ سنتے ہی توجہ وامق و عذرا، لیلیٰ مجنوں، نل و دمن، فرہاد و شیریں، ہیر رانجھا اور سسی پنوں وغیرہ کی داستانوں کی طرف منعطف ہوتی

ہے۔جن سے کوئی اسلامی یا اخلاقی تصور نہیں ابھرتا۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بندہ یہ نہیں کہتا کہ اسے اپنی ماں یا بہن سے عشق ہے۔ ہاں یہ ضرور کہتا ہے کہ اسے اپنی ماں، بہن سے محبت ہے۔ کیوں کہ اسے معلوم ہے کہ عشق تو وہ ہے جو میاں رانجھا کو ہیر سے تھا اور وہ کوئی اچھا کام نہ تھا۔ لوگوں کو ڈرنا چاہئے کہ ذات باری تعالیٰ اور حضور اقدس ﷺ سے وہ کس قدر رذی لفظ منسوب کر رہے ہیں۔ پس عشق رسولؐ یا عشقِ الٰہیہ کی تراکیب سراسر غیر اسلامی اور غیر اخلاقی ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید نے ''حُبّ'' کا لفظ برتا ہے۔ ہمارے پہلے حوالہ میں یہی کہا گیا ہے کہ اپنی اولاد، اپنے والدین سے اور اپنی ذات سے بھی محبت کرو مگر ... حضور اقدس ﷺ سے ان سب سے زیادہ محبت کرو اور وقت پڑے تو ان تمام محبتوں کو حضور اقدسؐ کی محبت پر نچھاور کر دو۔ دیکھیں، کیسا خوبصورت بیان ہے !!! ایک شخص جو باپ بھی ہے اگر اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسولؐ سے عشق کرتا ہے اور یہ واقعی کوئی فعلِ محمود ہے تو ایسا شخص یہ کبھی نہ کہے گا کہ اسے اپنی ماں یا بیٹی سے عشق ہے ... آخر کیوں؟ اسے معلوم ہے اور وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اس لفظ سے ان مقدس اور محترم رشتوں پر زد پڑتی ہے اور وہ عوام میں مجرم ہو جاتا ہے۔ مدعیان عشق الٰہیہ وعشق رسولؐ ایک مصرع گایا کرتے ہیں۔ اگر وہ غور کریں اور تعصب نہ برتیں تو یہی مصرع ان کے پورے موقف کی تردید کرنے کو کافی ہے۔

؎ باخدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار

عاشق ... دیوانہ ہوتا ہے۔ قیس عامری عشق کر کے مجنوں کہلایا۔ ہوشیار، محتاط کے معنے میں ہے اور دیوانہ محتاط نہیں ہوسکتا اور عاشق دیوانہ ہوتا ہے۔ گویا وہ خود ہی کہتے ہیں کہ حضور اقدسؐ کے حق میں عاشقی وغیرہ سے مجتنب رہنا چاہئے۔ اور اگر ان کا اپنا ہی یہ قول ہے تو اللہ باری تعالیٰ کے حق میں محتاط رہنا بدرجہ اولیٰ واجب ہے۔ زمین وآسمان، جن وانس اور ملائکہ کا خالق اور کائنات کا باجبروت ملیک مقتدر اس لائق نہیں کہ وہاں کوئی شخص دیوانگی کے تحت معاملات کرے۔ وہاں کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہے۔ اس کا نام بھی اس طرح لینا ہوگا۔ جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ نے سکھایا ہے۔ اور عاشق بدحواس ہوتا ہے۔ فرہاد کی داستان عاشقی اگر واقعی سچی ہے تو اس عاشق نامراد کا انجام خودکشی تھا۔ اگر منصور حلاج اور سرمد واقعی کوئی عاشق تھے تو مسلمان بادشاہ اور خاص طور پر فتاویٰ عالمگیری والے اورنگ زیب مؤخر الذکر کو سزائے موت نہ دیتے ... یہاں حضرت خبیبؓ کے مصلوب ہونے سے استناد نہیں ہوسکتا ... کیونکہ وہ کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے .... یہ عشق، یہ جذب وکیف، یہ حال ودھمال سب غیر اسلامی تراکیب ہیں۔ ہاں شب زندہ دار، تہجد گزار، صائم الدہر، نمازی، پرہیز گار، مستغفرین بالاسحار، نرم وگداز بستروں سے اپنے پہلو جدا کر کے

مسجدوں میں جانے والے اور رسول اللہؐ کی ایک ایک سنت سے محبت کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہی اللہ اور اسکے رسولؐ سے محبت کرنے والے ہیں۔

اب یہ ضروری ہے کہ یہ بھی بتایا جائے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کی تعریف کیا ہے؟ اسکی حدود کیا ہیں؟ اور کیا محبت کے یہ نام نہاد مدعی واقعی اللہ اور اسکے رسولؐ سے کوئی رشتۂ محبت رکھتے ہیں؟؟ ہم اوپر حضور اقدسؐ کی حدیث شریف کا حوالہ دے آئے ہیں۔ اس میں حضور اقدسؐ نے اس محبت کی تعریف فرما دی ہے کہ ''مجھ سے محبت کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے میری سنت سے محبت کرنا'' ہادیٔ برحقؐ نے حیاتِ انسانی کی تمام راہوں میں اپنی امت کی رہنمائی فرمائی ہے۔ آپؐ کا کوئی امتی اپنی حیات کے کسی بھی میدان میں یا کسی چوراہے پر ششدر نہ کھڑا ہوگا کہ وہ کدھر جائے؟ کیا کرے اور کیا نہ کرے؟؟ بلکہ آپؐ کی سنت، سیرت اور شریعتِ مطہرہ کا آفتاب عالم تاب ہر جگہ، ہر وقت اور ہر حال میں اس کی رہنمائی کیلئے ضیاء پاش ہوگا۔ وہ بلاخر خشہ آپؐ کی سنتِ مطہرہ کی شاہراہ اعظم پر چل سکے گا اور کوئی اسے گمراہ نہ کر سکے گا۔

اس لئے آپؐ نے اپنی محبت کی حدود بھی خود ہی متعین فرما دیں تا کہ ان کا کوئی امتی اس باب میں کوئی ٹھوکر نہ کھا جائے۔ وہ خود اجتہاد کرنے نہ بیٹھ جائے اور جس طرح امم سابقہ نے، اپنے اپنے انبیائے کرامؑ سے محبت کے دعویٰ میں غلو کرتے کرتے انہیں درجۂ الوہیت پر بٹھا دیا۔ ان کے بت تراش لئے اور شرک کا ارتکاب کیا۔ اس طرح ان کا کوئی امتی ان غلطیوں کا اعادہ نہ کرے۔ حدیث مذکورہ بالا کسی بھی بھول چوک کا دروازہ بند کرنے کو کافی ہے۔ گویا حضورؐ سے محبت، حضورؐ کی سنتِ مطہرہ کے اتباع میں ہے۔ یہ محبت بالا طاعت ہے۔ حضور اقدسؐ کو ''عبدہ ورسولہ'' کے اعلیٰ مقام سے اٹھا کر، مقام الوہیت پر بٹھانا، محبت نہیں ہے۔ اللہ باری تعالیٰ کے اختیارات وصفاتِ الوہیت کو آپؐ کی ذات میں ڈالنا، محبت نہیں بلکہ معصیت ہے۔ یہ محبت روایتی محبت یا رواجی عاشقی کی طرح اندھی نہیں ہے۔ جس میں سب کچھ جائز خیال کیا جاتا ہے۔ یہ محبت شعوری ہے اور اس کی حدود متعین ہیں۔ محبان رسولؐ پر کبھی کوئی ایسا حال طاری نہیں ہو سکتا کہ وہ طبلے کی تھاپ اور سارنگی کے ساز پر اٹھ کر تھیا تھیا کرنے لگ جائیں۔ عشق نبیؐ کے دعویدار جب ''یارسول اللہ المدد'' اور ''أغثنی سیدی یا رسول اللہؐ'' کا نعرہ لگاتے ہیں تو اس میں حبِ نبیؐ کا کوئی شدید جذبہ نہیں ہوتا... کیونکہ وہ استمداد غیر اللہ کے سلسلے میں بگٹٹ ہیں۔ وہ ''یا شیخ عبدالقادر المدد'' بھی تو کہتے ہیں۔ دراصل وہ اس قسم کا کام اس لئے کرتے ہیں کہ ان کی دنیوی اغراض اگر اللہ تعالیٰ نے پوری نہیں کی ہیں تو شاید رسول اللہؐ پوری کر دیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے میں ناکام رہے

ہیں تو ''یا علیؑ مدد'' پکار کر سیدنا علیؑ سے اپنا کام نکال لیں۔ اگر وہ صرف ''یارسول اللہؐ المدد'' پر ہی اکتفا کرتے اور ''اسمع قالنا'' اور ''اُنظر حالنا'' کا نعرہ ہی بلند کرتے تو بھی ان کے دعوائے عشق نبیؐ میں کچھ جان ہوتی مگر ... وہ تو آپ ﷺ کے علاوہ لاکھوں نیک ہستیوں کو اپنی مدد کیلئے پکارتے ہیں۔ یوں بھی ان کا عشق نبیؐ خالص نہ رہا کیونکہ اس عشق میں وہ بے شمار دوسرے لوگوں کو بھی شامل کرتے ہیں۔

پچھلے تین چار سال امساکِ باراں (قحط سالی) رہی۔ دریا خشک اور ڈیم خالی ہو گئے۔ ہم اللہ سے بارانِ رحمت کی دعائیں کرتے رہے۔ گڑگڑاتے رہے ... مگر بارش نہ ہوئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھا۔ نام نہاد عاشقانِ نبیؐ اور خادمانِ اولیاء رسول اللہؐ سے بارش مانگتے رہے مگر بارش نہ ہوئی۔ حالانکہ چاہئے تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور اولیائے اللہ اپنے ان عاشقوں اور خادموں کی کھیتی کو ضرور سیراب کر دیتے مگر ایسا نہ ہوا۔ آخر کیوں؟ ہمارے یہ دوست غور کریں۔ تو یہیں سے غلطی کا ازالہ ہوسکتا ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ بارش ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ہی برساتے ہیں اور نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ ہی نہیں برساتے۔ دعائے بارانِ رحمت منظور فرماتا ہے تو اللہ ہی منظور فرماتا ہے اور اگر نہیں منظور فرماتا تو کوئی دوسری ہستی بارش نہیں برسا سکتی۔ امساکِ باراں سے جہاں عام کنویں خشک ہوئے وہاں مزارات کے کنویں بھی خشک ہوئے۔ کیا ان میں مدفون بزرگوں کو اپنے زائرین کی صدائے العطش (پیاس) سنائی نہ دیتی تھی؟ وہ اپنے پیاسے زائرین کی تشنگی فرو کرنے کیلئے کم از کم اپنے کنوؤں میں تو پانی ضرور رکھتے۔ یہ سب دلائلِ قاطعہ ہیں کہ مدعیانِ عشقِ نبیؐ اپنے دعوائے عشق میں بھی نرے کھوٹے ہیں۔ وہ حضورؐ کی ذاتِ گرامی میں کسی عقیدت یا محبت کے تحت الوہیت کو شامل نہیں کرتے بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ان پر اللہ تعالیٰ نے اجابت کے دروازے بند کر دیئے ہیں تو ایک رسول اللہؐ کا ہی نہیں بلکہ علی، بری، بغدادی، اور کئی بھاٹی درباری دروازے کھلے ہیں۔ یہ سب کچھ دنیوی اغراض کے حصول کا ایک طریقہ انہوں نے اپنا رکھا ہے۔ رہی عشق کی اندرونی کہانی تو ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں۔

حضور اقدسؐ فداہ ابی و امی کی ذاتِ گرامی سے محبت و عقیدت کا جذبہ آپؐ کی سنت و سیرت و شریعت کی اتباع میں متشکل ہوتا ہے۔ یہ محبت کوئی مجرد فلسفہ یا نظریہ نہیں ہے۔ اس کے عملی تقاضے ہیں اور حضورؐ کا سچا محب وہی ہوسکتا ہے جو اپنی ذات کو ہر ہر زاویہ سے حضورؐ کے اسوہ حسنہ پر منطبق کرنے میں ساعی ہو۔ وہ دیکھے کہ حضورؐ کا حلیہ مبارک کیا تھا۔ اپنا حلیہ اسی کے مطابق بنائے۔ اپنی حجامت حضورؐ کی حجامت کے مطابق بنائے۔ لباس کے معاملے میں اسلام نے صرف یہ قدغن لگائی ہے کہ اس میں تبذیر نہ ہو، تشبہ بالکفار نہ ہو اور ستر پوش ہو۔ اس سے آگے مسلمان اپنے ذوق کے مطابق لباس اختیار کر سکتے ہیں۔ لیکن حضورؐ کا محب

صرف وہی لباس پسند کرتا ہے جو آپؐ نے زیب تن فرمایا تھا۔ مأکولات ومشروبات کی ایک لمبی فہرست اسلام میں حلال ہے لیکن حضورؐ کا سچا محب وہ ہے جو کدو کا سالن، ثرید اور بکری کے شانے کا گوشت اس لئے کھائے کہ یہ حضورؐ کے پسندیدہ کھانے تھے۔ نوافل اور صدقہ خیرات کی کثرت حضورؐ کا عمل مبارک تھا۔ حضورؐ پیٹ پر پتھر باندھ لیتے مگر سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتے۔ سچا محب وہ ہے جو ان عباداتِ نافلہ پر عمل پیرا ہو۔ حضور اقدسؐ کے مزاج شریف کی نرمی اور لطافت کو اپنائے۔ مختصر یہ کہ حضورؐ کی سنن کو پوری طرح اپنی زندگی میں داخل کرے اور اخلاص اس محبت کا یہ ہے کہ ہدایت کیلئے کسی دوسری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔ یہ محبت حضور اقدسؐ پر کثرت سے درود پڑھنے سے ظہور پذیر ہوتی ہے۔ مگر درود وہ جو آپؐ نے تعلیم فرمایا ہے۔ یہ محبت، اللہ باری تعالیٰ سے التجا کرتی ہے کہ جیتے جی خواب میں آپؐ کی زیارت، میدان عمل میں آپؐ کی اطاعت، میدان حشر میں آپؐ کی شفاعت اور جنت میں آپؐ کی معیت وہمسائیگی نصیب فرمائے۔

آئیں ... آپ کو حضور ﷺ سے محبت کا ایک ایمان پرور واقعہ سنائیں:

ایک منافق ایک یہودی کے خلاف، اپنا مقدمہ دربارِ رسالتؐ میں اس خیال سے پیش کرتا ہے کہ وہ ظاہراً تو مسلمان ہے۔ اس لئے فیصلہ اس کے حق میں ہوگا۔ مگر حضورؐ نے تقاضائے عدل کے تحت فیصلہ یہودی کے حق میں کیا۔ کیونکہ وہ حق پر تھا۔ منافق فیصلہ قبول کرنے سے انکاری ہوا اور اپنا مقدمہ سیدنا عمر فاروقؓ کے پاس لے گیا۔ یہ واقعہ ہمارے محترم قارئین نے بارہا سنا ہوگا کہ سیدنا فاروقؓ نے اس منافق کی گردن اس دلیل پر اڑادی کہ اس نے حضورؐ کے فیصلے کی توہین کی تھی۔ راج پال کافر نے حضور اقدسؐ کی شان اقدس میں توہین آمیز کتاب لکھی اور حضورؐ کے امتی نے اسے قتل کر دیا اور سزائے موت قبول کر لی۔

قارئین سے التماس ہے کہ حضور اقدسؐ سے عشق کی بجائے محبت کریں کہ عشق بڑا عام سا لفظ ہے۔ اسلام میں اس کا کہیں ذکر نہیں آیا۔ حب اور محبت کی حدود مقرر ہیں۔ حضور اقدسؐ ''عبدہ'' ہیں اور ''عبد'' الوہیت کی صفات کا حاصل نہیں ہوسکتا۔ حضورؐ رسول رحمت ہیں۔ حضورؐ مومنین پر رؤف ورحیم ہیں مگر حضورؐ حاجت روا، مشکل کشا، رزاق، غوث، غیاث، حاضر ناظر، عالم الغیب نہیں ہیں۔ اس دار فانی سے رحلت فرما چکنے کے بعد اب آپؐ ہمارے حال کے ناظر اور ہمارے قال کے سامع نہیں ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ ہیں۔ حضورؐ کو ان میں شامل کرنا، اللہ تعالیٰ کے حق توحید پر تجاوز اور رسالت مآبؐ کے حق میں حد درجہ بے ادبی اور گستاخی ہے۔ اگر ''یارسول اللہؐ المدد'' عشق رسولؐ کا مظہر ہے تو ''یا علیؓ مدد'' کس کا مظہر ہے؟ اور پھر ''بری کردے کھوٹی نوں کھری'' کیا ہے؟؟ یہ تو عشق رسولؐ بھی نہ رہا۔ اس میں

آپ نے عشقِ علی اور عشقِ بری بھی ملا دیا۔ استغفر اللہ

حال ہی میں بعض پبلک مقامات پر ایک کیلنڈر نما پوسٹر کسی مذہبی جماعت نے آویزاں کیا ہے۔ جس میں اپیل کی گئی ہے کہ امت مسلمہ پر شرک کا الزام نہ لگائیں۔ ہم بھی اس کے ہم نوا ہیں۔ ہم کلمہ گو کی تکفیر سخت مخالف ہیں۔ ہم مسلمان کو مشرک یا کافر کہنے کو حرام کہتے ہیں۔ البتہ ہم یہ ضرور کرتے ہیں کہ وہ عقائد و اعمال جن میں شرک یا بدعت در آئے ہوں، ان کی نشاندہی کرتے ہیں اور بس ... اب جو لوگ ان عقائد کے حامل ہیں، وہ ہم پر یہ الزام دھرتے ہیں کہ ہم ان کو مشرک کہتے ہیں۔ واللہ! باللہ!! ہم کسی فرد یا جماعت کو مشرک یا بدعتی نہیں کہتے۔ یہ معاملات اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد ہیں۔ حضور اقدسؐ منافقین کو بھی مسلمان ہی شمار کرتے تھے۔ ان کے کلمۂ اسلام کو قبول فرماتے تھے۔ تا آنکہ آسمان سے وحی اتر آئی کہ منافق جو آپؐ کی رسالت کی شہادت دیتے ہیں اس میں وہ جھوٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ خود شہادت دیتے ہیں کہ آپؐ اس کے رسول ہیں۔ ہمارے سامنے قرآن کا یہ بیان موجود ہے تو ہم ایسی جسارت کیوں کریں گے کہ کلمہ گو کی تکفیر کریں۔ مگر ہم اس بات کے پابند ہیں کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جو جو غلط عقائد، نظریات اور رسومات اسلام میں دخل ہو گئے ہیں اور اہل اسلام نے انہیں بھول سے، چوک سے یا سہو سے اپنا لیا ہے، ان کے خلاف آواز بلند کرتے رہیں۔ یہ آسمانی فریضہ ہے اور ہر مسلمان اس تبلیغ کا مکلف ہے۔ دریائے جہلم کے کنارے پر بابا سلمان پارس اور پیر ہرے کے مزاروں اور عرسوں کے موقع پر جو کچھ ہوتا ہے، اس کے خلاف صرف ہم ہی نہیں بلکہ دیگر مسالک کے علمائے کرام بھی قرار دادیں پاس کرتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہم جڑ کاٹنا چاہتے ہیں اور دوسرے بزرگ صرف شاخ تراشی کرتے ہیں۔ وہ نتائج کے سامنے بند باندھتے ہیں اور ہم سبب کا انسداد کرنا چاہتے ہیں۔ زیارت قبور جائز مگر ... اس پردے میں جو جو ہوتا ہے، اس پر وہ بھی بلبلا اٹھتے ہیں۔ شہدائے بدر و حنین کی قبور پر نور سے بڑھ کر کونسا متبرک مقام ہوگا؟ سید الشہداء امیر حمزہؓ کے مدفن سے بڑھ کر بھی کوئی جگہ حضورؐ کو محترم ہوگی مگر ... حضور اقدسؐ نے ان مقابرِ اطہار پر کوئی میلہ یا عرس منعقد نہیں کیا۔ وہاں نہ قوالی کرائی نہ چادریں چڑھائیں۔ باقی باتوں کو تو الگ رکھئے خود حضور اقدسؐ کی تربت مبارک تو سب قبور سے زیادہ متبرک اور مقدس ہے ؎

ادب گاہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر — نفس گم کردہ می آیند جنید و بایزید اینجا

جو کچھ مزاروں پر آج کل کیا جاتا ہے، اگر وہ سب روا ہوتا تو رسول اللہؐ کے خلفائے راشدین وہاں ضرور قوالی اور دھمال کا انعقاد کراتے۔ لوگو! اللہ سے ڈرو۔ اولیاءؒ اللہ کے عشق میں یہ حرکات نہ کرو۔

عشق دیوانگی ہے۔محبت فرزانگی ہے۔اللہ اور اسکے رسولؐ سے اور اللہ کے نیک بندوں سے محبت ضرور کرو،تھیا تھیا نہ کرو۔نذر، نیاز، پکار، منت صرف اللہ کیلئے ہے۔مددگار، کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہے۔اتباع سنت رسولؐ کی کرو۔اولیاء کا احترام کرو۔مگر انہیں اللہ کا بندہ ہی رہنے دو۔انہیں حاجت روا، مشکل کشا نہ بنالو۔

وارث شاہ صاحب نے اپنی کتاب ہیر میں عشق کی ''گجھی رمز'' میاں رانجھے اور ہیر کے ناجائز تعلقات کے ذریعے سمجھائی ہے۔یہ 'گجھی رمز' اگر واقعی عشق حقیقی ہے تو پھر عشق ظاہری کیا ہے ؎

راؤں کے راج چھینے شاہوں کے تاج چھینے
گردن کشوں کو تو نے نیچا دکھا کے چھوڑا
فرہاد کوہ کن کی لی تو نے جان شیریں
او رقیس عامری کو مجنوں بنا کے چھوڑا
یعقوبؑ سے بشر کو دی تو نے ناصبوری
یوسفؑ سے پارسا پہ بہتاں لگا کے چھوڑا
جس راہ پہ تو بیٹھا ہے غول راہ بن کر
صنانؒ سے پارسا کو رستہ بھلا کے چھوڑا
اے عشق! تو نے اکثر قوموں کو کھا کے چھوڑا
جس گھر سے سر اٹھایا اس کو گرا کے چھوڑا

دوستو! غور کرو، اللہ مالک الملک، رسول اعظم وآخر اور اللہ کے نیک بندوں سے تم کیا رشتہ استوار کر رہے ہو۔ہم اللہ تعالیٰ کے نہایت ہی حقیر، عاجز اور مسکین بندے ہیں۔رسول اللہؐ کے فرمانبردار امتی ہیں۔اللہ کے نیک بندوں کا ادب کرتے ہیں۔اس عشق کے بھی وارے جایئے۔اللہ نے ہمیں اشرف المخلوقات کا اعزاز بخشا اور عشق ہمیں کیسی پستی میں لے گیا کہ ہم سے کئی بھولے مسلمان اپنے نام کے ساتھ سگِ دربارِ عالیہ .... کا لاحقہ لگاتے ہیں۔ بھائیو! کتا نجس العین ہے۔یہ مدینے کا ہو یا کسی دربارِ عالیہ کی گلیوں کا، ہر حال میں نجس ہے۔اور اصحابِ کہف کے قصہ میں کتے کا ذکر واقعاتی طور پر آیا ہے۔اس سے کتے کا کوئی شرف ثابت نہیں ہوتا۔کتا بہر حال کتا ہی ہے۔کیا ہمارا یہ جرم ہے کہ ہم انسان کو اور پھر اپنے مسلمان بھائیوں کو درجۂ سگی سے بچانا چاہتے ہیں اور ان کا شرف انسانی برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اولئک کالانعام بل هم أضل﴾ (الاعراف: ۱۷۹) ترجمہ: ''یہی وہ لوگ ہیں جو چوپایوں (جانوروں) کی طرح ہیں یا ان سے گمراہ تر (بدتر)۔''

عشق واقعی دیوانگی ہے کہ عاشق اپنے تیئں ''کلبِ علی'' ''کلبِ عباس'' اور ''سگ دربار عالیہ'' کہنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔اس لئے ہماری استدعا ہے دیوانگی چھوڑو، فرزانگی اختیار کرو۔اللہ سے، اس کے رسولؐ سے اور اولیاء اللہ سے صرف اور صرف محبت بالا طاعت کرو۔پھر اللہ ہم سے محبت کرے گا اور یہی فوز عظیم ہے۔ وماعلینا الاالبلاغ